اختلافِ نسخ اسباب و وجوہات اور تصحیح

حسین ناہر خاں

Hussain Nahir Khan

M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Manuscripts usually belong to ancient times. The text of manuscripts are imitated by different editors in different ages. During the process of this imitation there occures the difference in the original text. There may be different forms and reasons of the difference of text. It is the duty of the editors to reveal form of difference/change in the text. He should purify the text from them and restore the original text. A change / difference comes there becomes a difference / change in the textual form of several published editions of a book. The responsibility of the editor is to get rid of these changes and write the original text according to the will of the writer.

قلمی نسخوں کا تعلق عموماً زمانہء قدیم سے ہوتا ہے۔ ان نسخوں کو مدون تک پہنچتے پہنچتے بعض اوقات کئی دہائیاں اور بعض صورتوں میں کئی کئی صدیوں کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ اس مدت میں بہت کم نسخے ایسے ہوتے ہیں جنھیں حفاظت سے رکھا گیا ہوتا ہے، ورنہ زیادہ تر قلمی نسخے ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ بے توجہی برتی گئی ہوتی ہے اور ان کی حالت زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ بعض نسخے کرم خوردہ ہوتے ہیں، بعض نم آلودہ یا سوختہ، بعض ناقص الاول ہوتے ہیں، بعض ناقص الآخر اور بعض مجہول الطرفین۔ بعض کی عبارات دیگر وجوہات کی بنا پر ناقابل قرات ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورتوں میں مدون کا کام خاصا دشوار ہو جاتا ہے۔ نسخہ وحید کی صورت میں تو مدون کو اسی متن پر اکتفا کرنا پڑتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ نسخوں کی صورت میں اسے مختلف نسخوں کا مقابلہ و موازنہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ منشائے مصنف اور انشائے مصنف کے مطابق متن کو پیش کر سکے۔ کسی متن کے مختلف نسخوں کے متون کا مقابلہ و موازنہ کرتے ہوئے قدم قدم پر اختلاف متن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اختلاف متن کے لیے ماہرین تحقیق و تدوین اختلاف نسخ

کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اختلاف نسخ کے حوالے سے ڈاکٹر محمد خاں اشرف لکھتے ہیں:

> ''کسی متن کے مختلف نسخوں میں عموماً اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان کو اختلاف نسخ کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔مقبول عام کتابیں اور نسخے جو بار بار نقل ہوتے رہتے ہیں ان میں اکثر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ جس متن کے جتنے نسخے ہوں گے اتنا ہی اختلاف نسخ کا دائرہ وسیع ہوگا۔''(۱)

متون عموماً قدیم ہوتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور متن کی نقل در نقل کی صورت میں متن میں بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ متن کے مختلف نسخوں میں پائے جانے والے ان اختلافات کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اختلاف نسخ کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ مصنف یا شاعر خود غیر ارادی طور پر کوئی لفظ غلط لکھ دیتا ہے۔ بعد میں نقل کرنے والے اس کو اسی طرح نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور وہ غلطی متن میں راہ پا جاتی ہے۔ بعض اوقات کاتب سے سہو ہو جاتا ہے۔ بعض کاتب ایسے بھی ہوتے ہیں جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے اور وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں اور وہ لفظ یا الفاظ کا املا غلط درج کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ کاتب کی جلد بازی بھی ہوتی ہے، وہ جلد از جلد کام نمٹانے کی خاطر کام کو بے توجہی سے کرتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور غور کیے لفظ اور جملے لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح کاتب کی تھکاوٹ، بیماری اور کوئی پریشانی بھی اس کے اسباب ہو سکتے ہیں۔

بعض اوقات کاتب متن کو صحیح قرات کے ساتھ پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے اور جو سمجھ میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں۔ انھیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس سے صحت متن پر کیا اثر پڑتا ہے۔ بعض اوقات نسخے کی نقل تیار کرنے والا کسی لفظ یا فقرے کی صحیح تفہیم نہیں کر پاتا اور اپنی طرف سے کوئی نیا لفظ یا نیا فقرہ لکھ دیتا ہے۔ قدیم املا کی بعض دقتیں اور رسم الخط کی بعض صورتیں بھی اس کا سبب بنتی ہیں کاتب کے جہل کے حوالے سے پروفیسر نذیر احمد رقم طراز ہیں:

> ''کاتب کا جہل جو لاعلمی کی بنا پر ہوتا ہے۔ جب اس کی سمجھ میں کوئی لفظ نہیں آتا تو وہ کچھ کا کچھ لکھ دیتا ہے اور جو لفظ بغیر سوچے سمجھے لکھا جاتا ہے وہ معما جاتا ہے، چونکہ کاتب عموماً پیشہ ور ہوتا ہے وہ جلد سے جلد کتاب پوری کرنا چاہتا ہے تو اور بھی توجہ نہیں کرتا۔''(۲)

کاتب جب بے توجہی کے ساتھ تحریر کرتا ہے تو متن میں بہت سی اغلاط در آتی ہیں اور نقل در نقل ہوتے ہوئے بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

اختلاف نسخ کا ایک اور سبب یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات کاتب تحریر کرتے کرتے رک جاتا

ہے اور جب وہ دوبارہ لکھنا شروع کرتا ہے تو اس سے چند الفاظ یا چند جملے چھوٹ جاتے ہیں اور درج ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کاتب کسی نام کو جلی حروف میں لکھنے کے لیے خالی چھوڑ دیتا ہے اور بعد میں لکھنا بھول جاتا ہے اور وہ جگہ خالی ہی رہتی ہے۔ یہ صورت بھی متن میں تحریف یا تبدل کی وجہ بنتی ہے۔

بعض اوقات نقل کرنے والا جس مخطوطے یا بیاض سے متن کو نقل کرتا ہے اس کی کچھ عبارت یا کچھ صفحات کرم خوردہ ہوتے ہیں اور قرآت کے قابل نہیں ہوتے۔ یوں نقل کرنے والا اس عبارت یا جملے کو نقل نہیں کر پاتا اور یوں اس کی تیار کی گئی نقل متن کی مکمل نقل نہیں ہوتی۔ اس صورت کی وجہ سے بھی متن کے مختلف نسخوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اردو متون میں عربی اور فارسی کے الفاظ اور عبارات بھی آجاتی ہیں۔ عموماً کاتب ان الفاظ کو سمجھ نہیں پاتے اور غلط تحریر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی خاص فن سے متعلق اصطلاحوں کو تحریر کرتے وقت بھی کاتب سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بعض شہروں اور جگہوں کے نام کاتب کے لیے اجنبی ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان کو پڑھنے میں غلطی کرتا ہے اور پھر تحریر بھی غلط کرتا ہے۔ متن میں موجود اعداد و شمار کے نقل کرنے میں بھی کاتب سے اکثر و بیشتر غلطی سرزد ہو جاتی ہے اور اعداد و شمار کا غلط اندراج تحقیق و تدوین کے نتائج پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے نام جو عمومی ناموں سے ہٹ کر ہوتے ہیں ان کو پڑھنے میں بھی کاتب کو دشواری ہوتی ہے اور وہ ان ناموں کی غلط قرات کرتا ہے اور پھر غلط لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح بعض شعرا شعری ضرورتوں کے تحت اپنے نام یا تخلص میں تھوڑا بہت تصرف کر لیتے تھے۔ ایسے ناموں کو پڑھنے میں بھی کاتب غلطی کر جاتے اور اسے لکھتے وقت کچھ سے کچھ کر دیتے تھے۔

تحریف کا ایک اور سبب متن کی وہ تبدیلی ہے جو کاتب عمداً یا قصداً کرتا ہے۔ بعض اوقات متن کی نقل تیار کرانے والا یا کاتب جان بوجھ کر کوئی لفظ، ترکیب، محاورہ یا جملہ، عبارت یا عبارات مخصوص مقاصد کے تحت حذف کر دیتا ہے یا کروا لیتا ہے۔ بعض اوقات کاتب قدیم متون کی کتابت کرتے وقت متروک یا نامانوس الفاظ کو جدید الفاظ سے بدل دیتا ہے۔ عہد قدیم کے بعض متون میں فحش الفاظ ملتے ہیں چونکہ اس زمانے میں ایسے الفاظ لکھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی کاتب اس عہد کے کسی قلمی نسخے کی کتابت کرتے وقت ان الفاظ کو حذف کر دے، ان کی جگہ نقطے لگا دے یا ان کی جگہ نئے الفاظ لگا کر مصرع موزوں کر دے تو مدون کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔

بعض اوقات کاتب متن میں موجود بعض محترم و مکرم ہستیوں کے ناموں کے ساتھ ایسے القاب و آداب کا اضافہ کر دیتا ہے جن کا اصل متن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کاتب متن میں موجود کسی شخص کے نام کو قابلِ احترام نہیں سمجھتا یا اس سے مذہبی و مسلکی یا سیاسی اختلافات رکھتا ہے تو اس کے نام کے ساتھ متن میں موجود القاب و آداب کو متن سے خارج کر

دیتا ہے۔

اختلافِ نسخ کی ایک اور صورت اس وقت سامنے آتی ہے جب صاحبِ متن کا کوئی دوست، شاگرد یا کوئی اور خیر خواہ متن میں اس جذبے کے تحت ردو بدل اور تحریف کرتا ہے کہ مصنف یا شاعر کی لسانی وفنی کمزوری محسوس نہ ہو یا متن میں واقعات کے بیان میں کوئی خامی یا کمزوری ہو تو اسے دور کر دے ۔اس حوالے سے حنیف نقوی لکھتے ہیں:

> ''تحریف کے پس پشت کبھی اصلاحِ حال یا خیر خواہی کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔مثلاً مصنف کا کوئی دوست، یا شاگرد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی تصنیف لسانی اعتبار سےکمزور یا بیان واقعات کے لحاظ سے ناقص ہےتو وہ حق دوستی یا حق شاگردی کی بنا پر ان نقائص کو ودر کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیتا۔''(۳)

بعض متون ایسے بھی ہوتے ہیں جو عوامی شہرت حاصل کر لیتے ہیں، ایسے متون میں بہت سے لوگ اپنا یا دوسرے شعرا کا کلام وقتاً فوقتاً شامل کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ طویل عرصے تک جاری رہتا ہے۔ایسی صورت میں اصل متن تک رسائی انتہائی دشوار جاتی ہے کیونکہ الحاقی کلام اور اصل متن میں فرق کرنا اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا خاصا دشوار اور بعض صورتوں میں ناممکن ہو جاتا ہے ۔قدیم متون میں در آنے والی ایسی تمام اغلاط متن کو انشائے مصنف سے دور کرنے کا سبب بنتی ہیں اور مدون کی مشکلات میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔

التباس بھی اختلافِ نسخ کا باعث بنتا ہے، یعنی دو شعرا کا کلام تخلص کی یکسانیت کی وجہ سے آپس میں خلط ملط ہو جائے۔التباس کی دیگر صورتیں بھی ہو سکتی ہیں کہ مختلف شعرا کی ایک ہی زمین میں کہی گئی غزلیات اور قصائد کو کسی ایک ہی شاعر کا کلام سمجھ لیا جائے ۔اسی طرح بیاضوں میں ایضاً جیسی علامتوں کا غلط اندراج بھی التباس کا سبب بنتا ہے اور ایک کا کلام دوسرے کے نام منسوب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شاعر کا کوئی خاص رنگ یا انداز ہے تو دوسرے شاعر یا شعرا کا اسی رنگ و آہنگ اور انداز کا حامل کلام بھی معروف شاعر کے نام سے منسوب و مقبول ہو جاتا ہے۔ مصنفین یا کتابوں کے ناموں کی یکسانیت یا مشابہت بھی التباس کا سبب بنتی ہے۔

منتخب دیوانوں کا مجموعہ بھی التباس کا سبب بنتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ورق درمیان سے نکل جاتا ہے جو ایک دیوان کو دوسرے دیوان سے الگ کرتا ہے اور جس پر شاعر کا نام درج ہوتا ہے۔اس ورق کے نکل جانے سے سارا کلام پہلے شاعر کے نام منسوب ہو جاتا ہے، خصوصاً ایسا کلام جس میں شعرا کا تخلص ایک ہو یا کلام میں تخلص استعمال نہ کیا گیا ہو۔اس حوالے سے عبدالرزاق قریشی لکھتے ہیں:

''منتخب دیوانوں کا مجموعہ بھی بڑا التباس پیدا کرتا ہے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درمیان میں سے وہ ورق نکل جاتا ہے جس پر شاعر کا نام درج ہوتا ہے یوں سارا کلام پہلے شاعر کے نام منسوب ہو جاتا ہے ۔ خصوصاً ایسا کلام جس میں تخلص کم آتا ہے۔''(۴)

بعض اوقات کوئی شخص اپنی بیاض کی ابتدا میں کسی شاعر کا نام لکھتا ہے اور اس کا کلام درج کرتا ہے ۔ بعد میں اسی بیاض میں دوسرے شعرا کا کلام بھی درج کر دیتا ہے اور شاعر کا نام درج نہیں کرتا۔ ایسی صورتحال بھی التباس کا سبب بنتی ہے ۔بعض اوقات غیر معروف شعرا کا کلام کسی معروف شاعر کے نام منسوب ہو جاتا ہے،بعض اوقات باپ کا کلام بیٹے کے نام یا بیٹے کا کلام باپ کے نام منسوب ہو جاتا ہے۔اسی طرح استاد اور شاگرد کا کلام بھی التباس پیدا کرتا ہے۔

اختلاف نسخ یا تحریف متن کی ایک اہم وجہ غلط انتساب بھی ہے۔کبھی کبھی کسی محبوب ہستی استاد یا مرشد کی طرف کوئی ایسی کتاب، تحریر یا کلام منسوب کر دیا جاتا ہے جو دراصل اس کا نہیں ہوتا بلکہ محض محبت اور عقیدت کی بنا پر اس کے نام منسوب کر دیا جاتا ہے۔بعض اوقات شعرا خود کلام کہہ کر کسی معروف شاعر کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں، کیونکہ ایسے شعرا اپنے کلام کو معروف شعرا کے نام سے منسوب کر کے زبان زدِ عام ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں ۔عہد قدیم میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب شعرا نے اپنی تخلیقات بادشاہوں یا امرا کے نام منسوب کر دیں۔اس سلسلے میں ابراہیم ذوق کا نام موضوع بحث رہا ہے۔جنھوں نے اپنی تخلیقات بہادر شاہ ظفر کو پیش کیں۔شیخ غلام ہمدانی مصحفی کا نام بھی اس حوالے سے موضوع بحث رہا۔ وہ اپنی غزلیات دوسروں کو پیش کر دیا کرتے تھے ۔اس حوالے سے مولانا محمد حسین آزاد نے لکھا ہے:

''سن رسیدہ لوگوں کی زبانی سنا کہ دو تین تختیاں پاس دھری رہتی تھیں ۔ جب مشاعرہ قریب آتا مختلف کاغذوں میں طرح مشاعرہ پر شعر کہتے اور برابر لکھتے جاتے تھے،لکھنو شہر تھا۔مشاعرہ کے دن لوگ آتے اور جہاں تک کسی کا شوق مدد کرتا وہ دیتا ۔ ۹،۱۱،۲۱ شعر کی غزل نکال کر حوالے کر دیتے اور اسکے نام کا مقطع کر دیتے تھے۔''

(۵)

بعض اوقات کاتب یا نقل کرنے والا بھی لاعلمی کی بنا پر کسی کی تخلیق کو کسی اور کے نام لکھ دیتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں ۔بعض اوقات خیالات کی یکسانیت اور بحور وقافیہ وردیف کی یکسانیت یا کتب کے ناموں کی مشابہت بھی اس کا سبب بنتی ہیں ۔اس حوالے سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی رقم طراز ہیں:س

''غلط انتساب ایک دوسری صورت ہے۔۔۔۔۔۔اپنی تصنیف از راہ عقیدت وخلوص دوسرے کے نام کر دی جاتی ہے اور کبھی نقل بردار کی لاعلمی، خیالات کی یکسانیت بحور واوزان کی یک رنگی اس کا سبب بن جاتی ہے۔۔۔۔۔۔کبھی مصنفین یا کتابوں کے ناموں کی مشابہت اس کا موجب بن جاتی ہے۔''(۶)

انتساب سے ملتا جلتا مسئلہ انتحال کا بھی ہے۔ انتحال کا مطلب ہے کسی شخص نے کسی دوسرے کے کلام، تصنیف یا تخلیق کو بدنیتی سے اپنا بنا کر پیش کر دیا۔ انتحال کی نشان دہی کرنا مدون کے لیے خاصا دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح کی چوری پکڑنے کے لیے مدون کا وسیع مطالعہ اور عملی تجربہ ہی اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں اس کے لیے کوئی دوسرا طریقہ موجود نہیں ہے۔ حال ہی میں کمپیوٹر کی مدد سے بعض ایسے پروگرام تیار کیے گئے ہیں جو اس طرح کی جعل سازی کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ ان پروگراموں کی مدد سے جعل سازی کو روکنے میں خاصی مدد مل رہی ہے۔ لیکن قدیم متون کے حوالے سے مسئلہ ابھی تک جوں کا توں موجود ہے۔

اختلاف نسخ کی ایک اور اہم وجہ کسی کتاب کی شہرت ومقبولیت ہے۔ جب کتاب مشہور ہو جاتی ہے تو دھڑا دھڑ اس کی کاپیاں تیار کی جاتی ہیں اور صحت متن کا خیال کیے بغیر کاروباری منافع اور لالچ کی خاطر غیر معیاری اور اغلاط سے بھرپور متن چھاپ دیا جاتا ہے اور یوں یہ غلط متن چل نکلتا ہے اور ایک سے دوسرے ایڈیشن میں چھپتا چلا جاتا ہے۔

متون چونکہ قدیم ہوتے ہیں اس لیے ان کے ایک سے زیادہ نسخے دستیاب نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو ان میں کہیں نہ کہیں متن کا اختلاف موجود ہوتا ہے۔ ان نسخوں سے جو نقلیں تیار کی جاتی تھیں ان نقول میں بھی وہ فرق در آتا تھا اور یوں اصل متن میں جانے ان جانے میں بہت سی تحریفات ہو جاتی تھیں اور بعض اوقات تو متون کا اختلاف اتنا بڑھ جاتا تھا کہ ان پر الگ کتاب ہونے کا شبہ ہونے لگتا تھا۔

محققین نے متن میں ہونے والی تحریف کی اسباب کی نوعیت کے اعتبار سے کئی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ ان میں ترمیم سب سے اہم ہے۔ ترمیم سے مراد وہ تبدیلی یا تحریف ہے جس کی وجوہات واسباب کا علم نہ ہو۔ ان اسباب میں کاتب کا سہو نظر اور مصنف یا کاتب میں سے کسی ایک یا دونوں کی لغزش قلم بھی شامل ہیں۔ جبکہ تعبیر سے مراد وہ تحریف یا تبدیلی ہے جس میں کاتب یا مدون کی طرف سے کسی مبہم لفظ کی وضاحت کے لیے کسی لفظ، جملے یا عبارت کو بڑھا دیا گیا ہو۔

تنسیخ سے مراد وہ تبدیلی یا تحریف ہے جس میں جان بوجھ کر ارداتاً کاتب یا مدون کی طرف سے متن کے کچھ الفاظ جملوں یا عبارتوں کو منسوخ کر دیا گیا ہو۔ بعض لوگ ایسا بدنیتی کی بنا پر کرتے ہیں اور بعض اصلاح کی غرض سے۔ بعض اوقات بعض شعرا اپنے کلام کے کچھ حصوں کو شائع کرانا پسند نہیں

کرتے۔ دریافت ہونے والے ایسے کلام کو منسوخ شدہ یا غیر متداول کا نام دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں دیوان غالب کے ''نسخہ عرشی'' کی مثال دی جاسکتی ہے کہ اس میں ''گنجینہء معنی'' اور ''یادگارِ نالہ'' کا غیر متداول کلام شامل ہے۔ اسی طرح اقبال کا منسوخ کلام بھی بعض محققین نے دریافت کر کے شائع کر دیا ہے۔ جبکہ تصحیح سے مراد متن میں آنے والی وہ تبدیلی یا تحریف ہے جو صاحب متن نے اپنی خواہش اور کسی مقصد کے تحت کی ہو۔ ایسی تبدیلی بعض اوقات نظرِ ثانی کے دوران آتی ہے اور بعض اوقات مصنف اپنی تحریر یا خیالات کو تبدیل کرنا چاہتا ہے تو متن کی اصلاح یا درستی کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید حسن لکھتے ہیں:

> ''ہر شخص جب وہ اپنی تحریر پر دوبارہ، سہ بارہ نگاہ کرتا ہے تو اسے بعض مقامات پر تبدیلی و تغیر کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اس طرح وہ اپنی تحریر میں تغیر و تبدل کر لیتا ہے۔''(۷)

کسی متن میں کوئی ایسی تحریف دیکھنے میں آئے تو اس تحریف پر مدون کو خوب غور و خوض کرنا چاہیے کہ آیا وہ تبدیلی مصنف کے اپنے ہاتھوں ہوئی ہے یا بعد میں کوئی اور شخص اس حرکت کا مرتکب ہوا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مصنف کی ہی تحریر ہے تو اسے ہم تصحیح کہیں گے اور متن کی اصل عبارت اور اضافے میں جو فرق یا اختلاف ہوگا اسے حواشی میں درج کریں گے۔ متن میں موجود اگر مصنف کی کوئی غلطی نظر آئے تو اسے مدون اصل متن میں اسی طرح درج کرے گا کیونکہ مصنف کی غلطی کو درست کرنے کا اختیار مدون کو نہیں ہے۔ البتہ حواشی میں اس کی تصحیح کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد خاں اشرف لکھتے ہیں:

> ''مدون کو متن میں مصنف کی غلطی درست کرنے کا اختیار نہیں۔ کوئی ایسی غلطی خواہ وہ زبان کی ہو یا حقائق کی یا واقعات کی جو مصنف کی ہو، چونکہ وہ انشائے مصنف کے مطابق ہے اس لیے مدون کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو متن میں بحال رکھے۔ البتہ حاشیہ یا ضمیمہ و تعلیقات میں اسی کی نشاندہی کر دے۔''(۸)

عمل تدوین کے دوران مدون کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ جس متن کی تدوین کرے اس کا متن پوری صحت کے ساتھ مرتب کرے۔ تصحیح متن کے دوران محقق و مدون کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ ضروری باتوں کا خیال رکھے اگر وہ ان ضروری باتوں کا خیال رکھے گا تو متن کی تدوین زیادہ بہتر انداز میں کر سکے گا اور مستند اور معیاری متن پیش کر سکے گا۔ مدون کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تدوین متن کے جدید اصولوں سے پوری طرح واقف ہو اور وہ جدید تدوینی اصولوں کو مدنظر رکھ کر متن کی تدوین کرے۔ مدون کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متن میں درج اقتباسات کے حوالے سے بھی مکمل تحقیق کر

ے اوران کا مآخذ بھی تلاش کرے اور مکمل حوالہ بھی درج کرے۔ اس حوالے سے یہ بھی ضروری ہے کہ مدون تدوین متن کی اہمیت اور اس کے ساتھ ساتھ صحت متن کی اہمیت سے بھی خوب واقف ہو۔ اسے معلوم ہو کہ تحریف وتبدل حامل متن بہت سے مسائل کی بنیاد بنتا ہے۔ جب تک متن ہر قسم کے سقم سے پاک نہ ہو اس وقت تک مدون کو مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک وہ یقین حاصل نہ کر لے کہ جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ اسی شخص کے افکار وخیالات ہیں وہ اس وقت تک اس تحریر یا متن کی تدوین نہ کرے اور اس پر مزید تحقیق کر کے حقائق تک رسائی حاصل کرے۔ اس سلسلے میں منثور ومنظوم متون، بیاضیں، تذکرے، لغات، قواعد کی کتب، ملفوظات اور مکاتیب وغیرہ سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

مدون کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے مختلف مخطوطات کا مطالعہ کر رکھا ہوتا کہ اسے مختلف ادوار میں مروج املا اور مختلف مصنفین وشعرا اور کاتبوں کی تحریر کی قرات پر عبور حاصل ہو جائے۔ مدون کا مطالعہ جتنا وسیع ہوگا تصحیح متن کا کام اس کے لیے اتنا ہی آسان ہو جائے گا۔ مدون کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ جس عہد کے مخطوطے پر کام کر رہا ہو اس عہد کی ادبی تاریخ اور ادبی شخصیات سے پوری طرح واقف ہو۔ تصحیح متن کے سلسلے میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ متن کے جو نسخے مدون کے سامنے ہیں ان نسخوں یا نسخے کو کس نے نقل کیا۔ نقل کرنے والا قابل اعتبار شخص ہے یا نہیں۔ مزید یہ کہ متن کی روایت اس نقل کرنے والے تک کس طرح پہنچی اور اس نے یہ نقل کس مقصد کے تحت یا کس کے حکم پر تیار کی۔ متن کی نقل تیار ہونے تک اصل متن اور نقل میں کتنا زمانی بعد تھا۔ ان امور پر غور وخوض کے بعد ہی ماخذی نسخے کا فیصلہ ہو سکے گا اور دوسرے نسخوں سے تقابل وموازنہ کر کے اصل متن کی بازیافت کی جاسکے گی۔ مزید یہ کہ متن کی روایت میں شامل اشخاص میں سے کوئی ایسا تو نہیں جس کے بارے میں مشہور ہو کہ اسے خود کہانی گھڑنے کا یا غلط بیانی کرنے کا شوق تھا یا یہ کہ اس کی قوت فہم کمزور تھی اور وہ متن کو پوری صحت کے ساتھ قرات کرنے پر قادر ہی نہ تھا یا اس کی بینائی انتہائی کمزور تھی۔ مزید یہ کہ اس نے جس مخطوطے یا بیاض سے نقل کی اس بیاض یا مخطوطے کی حالت کیا تھی؟ وہ بالکل صحیح حالت میں تھا، بوسیدہ یا پھٹا ہوا تو نہیں تھا تصحیح متن میں قدیم طرز املا کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مدون کے سامنے جو نسخے ہیں وہ سب اصل متن کی نقول ہیں یا ان میں کوئی نسخہ ایسا بھی ہے جو صاحب متن کی اپنی تحریر ہو۔ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مل جائے اور اس بات کی تصدیق بھی ہو جائے کہ یہ مصنف کی اپنی تحریر ہے تو اس نسخے کو اصل متن قرار دیا جائے اور اس کی نقول کو ثانوی حیثیت دی جائے۔

تصحیح متن کا کام قدیم قلمی نسخوں اور ان کی نقول یا مطبوعہ نسخوں کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ اس کے لیے مصنف کے طرز تحریر یعنی خط، زبان اور اس عہد میں مروج املا اور تلفظ سے شناسائی ضروری ہے۔ نامانوس اور مشکل الفاظ کی صورت میں اس زمانے کی لغات اور فرہنگ سے بھی مدد

لی جا سکتی ہے۔ کسی متن کی تدوین کرتے وقت مدون کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس متن کے زیادہ سے زیادہ مختلف نسخوں کے حصول اور ان کے مطالعہ کی کوشش کرے۔ یہ نسخے صاحب متن کے اپنے ذخیرہ کتب، اس کی اولاد، اس کے دوستوں، شاگردوں، اس کے علاقے کی لائبریوں یا بعض دوسری لائبریریوں سے مل سکتے ہیں۔ مدون تمام دستیاب نسخوں کا مفصل مطالعہ کرے اور متن کی مختلف روایتوں کا تقابل کر کے صحیح ترین متن مرتب کرے۔

اختلاف نسخ درج کرنے کے طریقہ کار کے حوالے سے مختلف ماہرین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ تدوین متن میں اختلاف نسخ اس طرح دیے جائیں کہ تمام نسخوں کے اندرجات کا خلاصہ متن میں دے دیا جائے تا کہ قاری تمام نسخوں کے اختلافات کا جائزہ لے سکے اور یہ فیصلہ بھی کر سکے کہ مدون نے جو منتخب کیا وہی انتخاب بہتر تھا یا اس کی جگہ کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے:

> ''تدوین میں اختلاف نسخ دینے کا مقصد یہی ہے کہ تمام نسخوں کے اندراجات ملخص ہو کر یک جا ہو جائیں، تا کہ ہر قاری تنقیدی متن کے کسی بھی حصے کے بارے میں فیصلہ کر سکے کہ مدون نے جو انتخاب کیا، وہی بہترین تھا یا اس کی جگہ کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کی بہترین مثال نسخہ عرشی کی ہے، جس کے اختلافات نسخ سے غالب کے اہم مخطوطوں اور جملہ ایڈیشنوں کے اندراجات کی مکمل تصویر مل جاتی ہے۔''(۹)

بعض محققین کا یہ بھی خیال ہے کہ متن کی تدوین کرتے وقت تمام اختلافات کا درج کرنا ضروری نہیں صرف اہم اختلافات درج کر دیے جائیں اور غیر اہم اختلافات کو چھوڑ دیا جائے۔ خصوصاً ایسے اختلافات جو ادبی حوالے سے اہم نہ ہوں مثلاً وہ اشعار جو نہ صرف ادبی حوالے سے بے مایہ ہوں بلکہ بحر سے بھی خارج ہوں اور کسی دوسرے نسخے میں بھی درج نہ ہوں تو انھیں اختلاف نسخ میں درج نہ کیا جائے۔ صرف ایسے اختلافات نسخ درج کیے جائیں جو بہت اہم ہوں اور جن کا متن کی تفہیم کے ساتھ گہرا تعلق ہو۔

ڈاکٹر گیان چند کا نظریہ ذرا سا مختلف ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ صرف اہم اختلافات دیے جائیں۔ میں قدرے ترمیم کے ساتھ یہ طریقہ پسند کروں گا کہ نہایت غیر اہم اختلافات، بالخصوص سہو کتابت کو خذف کر دیا جائے، بقیہ کو درج کر دیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی مدنظر رہے کہ اہم نسخوں اور ایڈیشنوں کے کم اہم اختلافات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ پڑھا لکھا قاری بھی اختلاف نسخ نہیں دیکھتا۔ انھیں صرف وہ محقق دیکھتا ہے جو اس متن پر تبصرہ کرنا

چاہتا ہے یا کوئی مقالہ لکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ عام مطالعے میں وہ مدون کے علم پر بھروسہ کر کے اس کے مدتدوین کردہ متن کو پڑھنے پر قناعت کر لیتا ہے۔

اگر کسی متن کی دو اشاعتوں میں اختلاف نسخ بہت زیادہ ہو، عبارات بدل دی گئی ہوں، ترمیم واضافہ اس حد تک کر دیا گیا ہو کہ اختلاف نسخ میں نہ دیا جائے جا سکے تو مدون کو چاہیے کہ ایسے اختلافات کو ضمیمے کے طور پیش کرے، اور اگر اختلاف اتنا زیادہ ہو کہ ضمیمے کے طور پر بھی پیش نہ کیا جا سکے تو دو الگ الگ ایڈیشن شائع کر دینا ہی بہتر ہے یا دونوں متون کو دو کالم بنا کر ایک ساتھ پیش کر دیا جائے۔

اختلاف نسخ کو درج کرنے کے حوالے سے بھی ماہرین کی آرا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کاترے کا خیال ہے کہ اختلاف نسخ کو پاورق افٹ نوٹ میں درج کر دیا جائے جبکہ ڈاکٹر گیان چند کا خیال ہے کہ اختلاف نسخ کو متن کے بعد ہی دینا چاہیے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی اس حوالے سے کاترے کے ہم خیال ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اختلاف متن کو اگر متن کے آخر میں دیا جائے تو اس سے ایک عام قاری کے لیے متن کے اختلافات میں دلچسپی لینا مشکل ہو جاتا ہے اور متن کے سیاق وسباق سے ان کا رشتہ ٹوٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے زیادہ مناسب صورت، اختلاف نسخ کو، اگر وہ زیادہ طویل نہ ہوں متن کے ذیلی حواشی (فٹ نوٹ) ہی میں دینا مناسب ہے۔

ڈاکٹر گیان چند اسی خیال سے متفق نہیں ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ عام قاری کو متن کے اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لیے اختلافات نسخ کو متن کے بعد درج کرنا ہی مناسب طریقہ ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر گیان چند رقم طراز ہیں:

> ''عام قاری متن کے اختلافات میں کب دلچسپی لیتا ہے۔ اگر اسے ان سے دلچسپی ہو تو وہ عام قاری نہیں، خصوصی ماہر ہے۔۔۔۔ اردو میں فٹ نوٹ میں اختلاف نسخ کی مثالیں نہایت شاذ ہیں۔ جو حضرات بہت کم اختلافات دیتے ہیں وہ حسب ضرورت فٹ نوٹ ہی میں دیتے ہیں۔ ورنہ عموماً متن کے بعد ہی دینا چاہیے۔ حوالوں اور حواشی کو اندراج متن کے ساتھ جاننے کی خواہش ہوتی ہے۔ وہ صفحے کے نیچے ہی دیے ہوں تو سہولت ہے لیکن اختلاف نسخ کو متن کے ساتھ معلوم کرنے کی کوئی کسک نہیں ہوتی۔ یہ متن کے تسلسل میں مخل ہوں گے۔۔۔۔ اختلافات کو کوئی دوسرا محقق دیکھے، عام صورتوں میں پڑھا لکھا قاری بھی نہیں دیکھتا۔'' (۱۰)

اختلافات نسخ کو متن میں درج کرنے کے لیے مختلف محققین نے مختلف علامات تجویز کی ہیں جو قاری کے لیے الجھن کا باعث بنتی ہیں۔ قارئین ان علامات سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس

سلسلے میں بہتر طریقہ وہ ہے جسے ڈاکٹر تنویر علوی سمیت بعض دیگر محققین نے اپنایا ہے۔ ان محققین نے کتاب کے مختصر نام، مرتب یا مولف کے مختصر نام کو اپنانے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ طریقہ قارئین کو بھی بطور علامت سہولت بہم پہنچاتا ہے اور محققین کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ مدون کے لیے ضروری ہے کہ وہ متن کے تمام نسخوں کا بنظرِ عمیق جائزہ لے اور ہر حوالے سے متن کا جائزہ لے کہ اس میں کہیں اختلافِ نسخ تو موجود نہیں۔ اسے اختلافِ نسخ کی جملہ صورتوں کو بھی پیش نگاہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ صحیح ترین متن پیش کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خان اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات تدوین متن، ص: ۳۴

۲۔ نذیر احمد، پروفیسر، تصحیح و تحقیق متن، ص: ۲۲

۳۔ حنیف نقوی، پروفیسر، منشائے مصنف سے انحراف: محرکات و اسباب، مشمولہ: تدوین کا فن۔ مباحث اور مسائل، مرتبہ: عابدہ بتول، لاہور: مکتبۂ اخوت، ۲۰۱۳ئ، ص: ۴۶۶

۴۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، ص: ۷۷

۵۔ آزاد، محمد حسین، مولانا، آبِ حیات، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۰ئ، ص: ۳۲۳

۶۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، اصول تحقیق و ترتیب متن، ص: ۳۱

۷۔ حسن، سید، ڈاکٹر، تصحیح متن کے طریقے، مشمولہ: تدوین متن کے مسائل، ص: ۷۴

۸۔ محمد خان اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات تدوین متن، ص: ۸۹۔۸۸

۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص: ۴۴۶

۱۰۔ ایضاً، ص: ۴۵۱

☆......☆......☆